FOR IMMEDIATE RELEASE

AS-137-2007

June 25, 2007

ایشین ہیومن رائٹس کمیشن کا بیان جو تشدد کا شکار افراد کی حمایت کیلئے اقوام متحدہ کے عالمی دن کے موقع پر جاری کیا گیا

پاکستان: چیف جسٹس آف پاکستان بھی تشدد سے محفوظ نہیں رہ سکتے

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں اعلیٰ ترین عدالت یعنی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بھی قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے جسمانی اور ذہنی تشدد سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ چیف جسٹس آف پاکستان مسٹر جسٹس افتخار چوہدری کے ساتھ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے دو مرتبہ بدسلوکی کی اور انہیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا، ایک مرتبہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں اور دوسری مرتبہ صوبہ سندھ کے دارالحکومت کراچی میں۔ چیف جسٹس مسٹر افتخار چوہدری کو 9 مارچ 2007ء کو صدر جنرل پرویز مشرف کے سامنے پیش ہونے کیلئے آرمی ہاؤس طلب کرنے کے بعد 5 گھنٹے تک نظر بند رکھا گیا جس کے دوران وہ شدید ذہنی اذیت سے گزرے جبکہ پانچ جنرل انہیں دھمکیاں دیتے رہے اور مستعفی ہونے کیلئے دباؤ ڈالتے رہے جس کے بعد ان کا مقدمہ (ریفرنس) صدر جنرل پرویز مشرف نے 13 مارچ 2007ء کو سپریم جوڈیشل کونسل کو بھیج دیا۔ چیف جسٹس کو اسلام آباد پولیس نے اس وقت حراست میں لے لیا جب وہ عدالت میں پیش ہونے جا رہے تھے، اس موقع پر ان کے ساتھ بدسلوکی کی گئی، انہیں طمانچے مارے گئے، بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا گیا اور متعدد لوگوں کی موجودگی میں انتہائی بے رحمی سے پولیس کی وین میں دھکیل دیا گیا۔

پاکستان میں زیر حراست افراد پر تشدد انتہائی عام بات ہے اور کہا جاتا ہے تشدد ہی وہ ذریعہ ہے جس کے توسط سے ریاست یا حکومت کی عملداری برقرار رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ زیر حراست افراد پر تشدد کے ایسے واقعات کی تعداد جن کی باضابطہ اطلاعات ملتی ہیں سال 2005ء میں 1000 تھی جو سال 2006ء میں بڑھ کر 1319 ہوگئی۔ یہ تعداد محض ایسے واقعات کی ہے جن کی باضابطہ اطلاعات ملیں جبکہ متعدد واقعات ایسے ہوتے ہیں جو تشدد کا شکار افراد خوف کی وجہ سے منظر عام پر نہیں لاتے۔ سال 2007ء کے پہلے نصف میں حراست کے دوران تشدد کی صورتحال مزید خراب ہوگئی کیونکہ متعدد وکلاء اور صحافیوں کو بھی پولیس اور آرمی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے شدید تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔

پاکستان اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کی رکنیت کے دوسرے سال سے لطف اندوز ہو رہا ہے لیکن انسانی حقوق کونسل کے کسی ایک رکن نے بھی اب تک پاکستان کی رکنیت پر اعتراض نہیں کیا حالانکہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے معاملے میں اس کا ریکارڈ واضح طور پر مجرمانہ ہے خاص طور پر اس لئے بھی کہ زیر حراست افراد پر تشدد کی شکایات میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ عدالتی کارروائیوں سے بھی یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ پاکستان کی مسلح افواج کی انٹیلی جنس ایجنسیاں اپنے کیمپوں حتیٰ کہ بڑے شہروں تک میں تشدد کی کارروائیوں میں ملوث ہیں اس کے علاوہ کئی سو افراد گرفتاری کے بعد سے لاپتہ ہیں، ان میں سے بیشتر کو قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں

نے بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ عام لوگوں کو بھی ''دہشت گرد'' قرار دے کر گرفتار کرلیا جاتا ہے جس کے بعد وہ لاپتہ کر دیئے جاتے ہیں یہ ایک ایسا عمل ہے جو 9/11 کے بعد ایک معمول بن گیا ہے۔ ایسے لوگوں نے جو کسی نہ کسی طرح مسلح افواج کے ٹارچر کیمپوں سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے عدالتوں کے سامنے بیانات دیتے ہوئے بتایا کہ انہیں حراست کے دوران فوجی اہلکار کس طرح تشدد کا نشانہ بناتے رہے اور کس طرح کی دھمکیاں دی جاتی رہیں۔ ان لوگوں نے تصدیق کی کہ فوجیوں نے دھمکی دی تھی کہ اگر انہوں نے اپنی حراست کے دوران کیئے گئے سلوک کی تفصیلات ظاہر کیں تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے کچھ لوگ قتل کر دیئے گئے یا پھر وہ لاپتہ ہیں۔

دوران تشدد عضو تناسل کاٹنے کا واقعہ

صوبہ سندھ کے شہر لاڑکانہ میں 24 سالہ نوجوان حضور بخش **ملک** کو جو پیشے کے لحاظ سے باورچی ہے شناختی کارڈ اپنے پاس نہ رکھنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ اسے مارکیٹ پولیس اسٹیشن لاڑکانہ میں انتہائی بے رحمی سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا تاکہ رہائی کیلئے بھاری رقم ادا کرنے پر مجبور کیا جا سکے۔ 26 جنوری 2007ء کو اسٹیشن ہیڈ آفیسر (ایس ایچ او) مسٹر محمد خان تنیو سمیت 4 پولیس اہلکاروں نے جو نشے کی حالت میں تھے زیر حراست حضور بخش **ملک** کا عضو تناسل چائے کے ٹوٹے ہوئے کپ کی مدد سے کاٹ ڈالا۔ ملزمان کے خلاف تشدد اور اقدام قتل کا مقدمہ درج کروانے میں کافی طویل عرصہ لگا لیکن وہ گرفتار پھر بھی نہیں کیئے گئے کیونکہ انہیں وفاقی وزیر برائے اینٹی نارکوٹکس کا تحفظ حاصل ہے۔ اسی وزیر نے متاثرہ شخص کو علاج کی مناسب سہولتوں کی فراہمی میں بھی رکاوٹیں ڈالیں۔ اس شخص کے زخم سے 5 ماہ تک خون رسنا بند نہیں ہوا جس کے باعث اس کی حالت اس قدر خراب ہو گئی کہ وہ اپنا پیٹ پالنے کیلئے روزگار سے بھی محروم ہو گیا۔ برائے مہربانی ہماری ویب سائٹ: www.ahrchk.net پر جایئے اور دیکھئے اے ایچ آر سی کی ارجنٹ اپیلیں UA-032-2007, UP-021-2007, UP-045-2007, AHRC-OL-012-2007, AS-034-2007.

پولیس نے مبینہ طور پر ایک نوجوان کو مقعد کے ذریعے زہر دیدیا

صوبہ سندھ کے شہر خیرپور میں پیر جو گوٹھ پولیس نے 25 سالہ مسٹر محمد علی ملاح اور اس کے چھوٹے بھائی مسٹر وحید ملاح کو موٹر سائیکل چوری کرنے کے شبہے میں 12 جنوری 2007ء کو گرفتار کیا۔ پولیس نے یہ کارروائی کنگری ٹاؤن کی یونین کونسل نمبر ایک کے ناظم مسٹر قدیر میمن کی جانب سے داخل کرائی گئی شکایت کی بنیاد پر کی تھی جس میں ان دونوں بھائیوں سمیت چار افراد کو موٹر سائیکل کی چوری کے مقدمے میں ملزم کی حیثیت سے نامزد کیا گیا تھا۔ قدیر میمن نے 19 جنوری کو مذکورہ بالا دونوں بھائیوں کے خلاف یہ مقدمہ واپس لے لیا کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ اس نے غلط فہمی کی وجہ سے انہیں ملزم نامزد کیا تھا۔

اس حقیقت کے باوجود پیر جو گوٹھ پولیس اسٹیشن کے انچارج اسسٹنٹ سب انسپکٹر مسٹر عبدالسمیع ویسر نے دونوں بھائیوں کو اس وقت تک رہا کرنے سے انکار کر دیا جب تک 50,000 روپے (833 امریکی ڈالر) ادا نہ کیئے جائیں۔ اے ایس آئی نے مطلوبہ رقم وصول کرنے کے حربے کے طور پر مسٹر محمد علی ملاح اور اس کے بھائی مسٹر وحید ملاح پر پولیس کی حوالات میں تشدد شروع کر دیا اور انہیں مجبور

کرنے لگا کہ وہ موٹر سائیکل چوری کرنے کا اعتراف کرلیں۔ 24 اور 25 جنوری کی درمیانی شب اے ایس آئی سمیع ویسر نے محمد علی ملاح کو بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا، اسے چھت سے لٹکا کر بہت بے دردی سے پیٹا گیا، اس کے بعد اسے الٹا لٹکا کر بھی **مسلسل** تشدد کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔ تشدد کا یہ خوفناک عمل وقفے وقفے سے دہرایا گیا۔ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا اے ایس آئی سمیع ویسر نے مظلوم محمد علی ملاح کو چونے کا پانی پینے پر مجبور کیا اور یہی زہریلا پانی اس کی مقعد میں بھی زبردستی داخل کیا۔

مسٹر محمد علی ملاح کو 25 جنوری کی صبح بے ہوشی کی حالت میں اس طرح سول اسپتال خیرپور ڈسٹرکٹ پہنچایا گیا کہ اس وقت بھی اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ چار دن تک اسپتال میں بے ہوش پڑا رہا۔ اس واقعے کی خبر مختلف مقامی اخبارات میں شائع ہوئی اور علاقے کے لوگوں نے ایک بے گناہ نوجوان کے ساتھ پولیس کی اس سنگدلانہ کارروائی پر شدید احتجاج کیا جس پر سندھ پولیس کے اعلیٰ حکام نے مظلوم شخص اور اس کے خاندان پر اس بات کیلئے دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے بیان کا وہ حصہ واپس لے لیں جس میں بتایا گیا تھا کہ پولیس نے چونے کا پانی کس طرح اس کی مقعد میں ڈالا، انہیں دھمکی بھی دی گئی کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں عورتوں سمیت پورے خاندان کو سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مظلوم خاندان کے مطابق پولیس حکام نے بیان واپس لینے پر مجبور کردیا۔ برائے مہربانی اے ایچ آر سی کی ویب سائٹ پر جائیے اور دیکھئے ہماری ارجنٹ اپیل

UA-038-2007: PAKISTAN: Police allegedly poisoned a young man through anus.

جیل میں تشدد سے ایک شخص کی ہلاکت

نوجوان مسٹر علی نواز خان کو ملیر سینٹرل جیل، کراچی، صوبہ سندھ، پاکستان میں 3 فروری 2007ء کو تشدد کر کے ہلاک کردیا گیا۔ اسے ممکنہ طور پر جیل افسروں کو رشوت دینے میں ناکامی کی بنا پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اس مظلوم نوجوان اور اس کے 2 دوستوں کو گڈاپ پولیس نے غیر قانونی طور پر اس لئے گرفتار کیا تھا کہ ان سے رقم بٹوری جاسکے۔ وہ رشوت کی مطلوبہ رقم ادا کرنے میں ناکام رہے جس کی وجہ سے پولیس نے انہیں ایک جعلی مقدمے میں ملوث کردیا۔ بتایا جاتا ہے کہ مسٹر علی نواز خان کی موت سے ایک دن قبل جیل افسروں نے اس کے خاندان کو مبینہ طور پر دھمکی دی تھی کہ اگر رشوت کا مطالبہ پورا نہ کیا گیا انہیں لاش وصول کرنی پڑے گی۔ سرکاری ڈاکٹر نے تو علی نواز خان کی موت کا سبب گردوں کی خرابی ظاہر کیا لیکن سوگوار خاندان کا کہنا ہے کہ متوفی کے پورے جسم پر تشدد کے بے شمار نشانات موجود تھے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ حکومت سندھ نے جیل سپرنٹنڈنٹ (بڑے ملزم) کو معطل کرنے کا وعدہ تو کیا کیونکہ وہ علی نواز کی موت کا ذمے دار تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے معطل کرنے کے بجائے صوبائی حکومت کے محکمہ داخلہ میں ایک نئی ذمے داری دے کر ایک اور شہر میں اس کا تبادلہ کردیا گیا۔ برائے مہربانی اے ایچ آر سی کی ارجنٹ اپیل دیکھئے UA-046-2007: PAKISTAN: Three men allegedly tortured by the police; one man tortured to death in jail.

ایسے افراد کے بیانات جو فوج کی جانب سے لاپتہ کئے جانے کے بعد برآمد ہوئے

قانون نافذ کرنے والے اداروں خصوصاً فوجی انٹیلی جنس ایجنسیوں کی جانب سے گرفتاری کے بعد لوگوں کا لاپتہ ہونا ملک کا ایک

اور بڑا مسئلہ ہے۔ سال 2001ء کے بعد جب صوبہ بلوچستان میں فوجی آپریشن شروع ہوا تھا بلوچ قوم پرست اس نوعیت کی گمشدگیوں کا سب سے بڑا نشانہ بن رہے ہیں۔ صوبہ سرحد میں 2001ء کے 9/11 کے بعد ایسے لوگوں کو جن پر دہشت گردی کے الزامات ہوتے ہیں لاپتہ کر دیا جاتا ہے اور بعض اوقات ان کی تشدد زدہ لاشیں ان کے گھروں کے قریبی مقامات پر پڑی ہوئی پائی جاتی ہیں۔ لاپتہ کیئے جانے والے افراد کی تعداد 4000 سے زائد ہے، ایسے لوگوں نے جو خفیہ مقامات پر مقید رہنے کے بعد رہا ہوئے بتایا کہ انہیں بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور یہ بھی کہ انہوں نے پاکستان کے مختلف شہروں میں واقع فوجی کیمپوں میں بڑی تعداد میں لوگوں کو دیکھا۔

1۔ مسٹر عابد رضا زیدی (عمر 23 سال) کو جو کراچی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کر رہے تھے 4 اکتوبر 2006ء کو صوبہ پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں انسداد دہشت گردی کیلئے خصوصی طور پر قائم کی گئی ایلیٹ فورس نے گرفتار کیا تھا جس کے بعد سے وہ لاپتہ ہیں۔ عابد رضا زیدی کو آج تک کسی قانونی عدالت کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ یہ خصوصی فورس کی جانب سے ان کی دوسری مرتبہ گرفتاری تھی۔ مسٹر زیدی نے اپنی اس گرفتاری اور پھر لاپتہ کیئے جانے سے قبل ''گمشدگی اور تشدد'' کے موضوع پر 2 روزہ کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ یہ کانفرنس ایمنسٹی انٹر نیشنل اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نامی ایک مقامی تنظیم کے زیر اہتمام 30 ستمبر سے یکم اکتوبر 2006ء تک اسلام آباد میں منعقد ہوئی تھی۔ مسٹر عابد رضا زیدی نے کانفرنس میں 11 اپریل 2006ء کو نشتر پارک کراچی، صوبہ سندھ میں ہونے والے بم دھماکہ کے واقعے سے متعلق مقدمے میں اپنی پہلی گرفتاری، غیر قانونی نظر بندی اور تشدد کی تفصیلات بیان کی تھیں۔ مسٹر زیدی کو 26 اپریل 2006ء کو گرفتار کیا گیا تھا اور وہ اسلام کے شیعہ فرقے سے تعلق رکھنے والے دیگر 12 افراد کے ہمراہ لاپتہ کر دیئے گئے تھے۔ انہیں 110 دن تک مختلف فوجی ٹارچر کیمپوں میں غیر قانونی طور پر نظر بند رکھنے کے بعد 18 اگست 2006ء کو رہا کیا گیا تھا۔ اس تمام مدت کے دوران انہیں کسی قانونی عدالت میں پیش نہیں کیا گیا۔ مسٹر عابد رضا زیدی کی پہلی گرفتاری کی مزید تفصیلات جاننے کیلئے برائے مہربانی ہماری سابقہ اپیلیں ملاحظہ فرمائیے: برائے مہربانی دیکھئے UA-171-2006, and UP-191-2006.

2۔ مسٹر سلیم بلوچ کو پہلی مرتبہ 9 مارچ 2006ء کو گرفتار کیا گیا اور 14 دسمبر 2006ء کو رہائی تک ان کا کوئی اتہ پتہ نہیں چل سکا تھا۔ سلیم بلوچ نے رہائی کے بعد 19 دسمبر کو کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اپنے اغوا اور مختلف فوجی سیلوں میں متعدد فوجی اہلکاروں کی جانب سے تشدد کی تفصیلات بیان کیں۔ ہائی کورٹ نے سلیم بلوچ کے حبس بیجا کا مقدمہ اس کی رہائی کی بنیاد پر غیر موثر قرار دیتے ہوئے خارج کر دیا، عدالت نے نہ تو فوج کی جانب سے غیر قانونی طور پر نظر بند رکھنے اور تشدد کے معاملے کی تحقیقات کا حکم دیا اور نہ ہی دیگر لاپتہ افراد کی تلاش کے سلسلے میں جو بدستور راولپنڈی کے فوجی ٹارچر سیلوں میں قید تھے کوئی کارروائی کی گئی۔ اس معاملے کی تفصیلات جاننے کیلئے برائے مہربانی ملاحظہ فرمائیے UA-413-2006, and UP-001-2007

مسٹر سلیم بلوچ کو عدالت میں بیان دینے کے بعد 31 دسمبر 2006 کو ایک مرتبہ پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اس مرتبہ خفیہ ایجنسیوں کے اہلکار سرخ رنگ کی ایک ٹویوٹا کرولا کار میں سلیم بلوچ کے پاس آئے تھے جس پر رجسٹریشن نمبر کی کوئی پلیٹ نہیں لگی تھی، وہ سلیم بلوچ کو زبردستی کار میں ڈال کر لے گئے، کچھ دیر بعد جب صبح کے تقریباً 6.30 بجے تھے انہیں سفید رنگ کی Vtx کلٹس کار میں منتقل کر دیا گیا جس کا

رجسٹریشن نمبر 7389 تھا۔اس کے بعد سے اب تک سلیم بلوچ کا کچھ پتہ نہیں چلا۔رہائی کے وقت تشدد کے باعث سلیم بلوچ کی آنکھیں بری طرح متاثر تھیں اور وہ پانچ منٹ سے زاید چلنے کے قابل بھی نہیں تھے۔

حراست میں تشدد کے طریقے

قیدیوں سے معلومات ،جبری اقبالی بیانات اور/ یا رقم حاصل کرنے کیلئے پولیس تشدد کے مختلف طریقے استعمال کرتی ہے۔

حراست میں قیدیوں پر عام طور سے استعمال کئے جانے والے تشدد کے کچھ طریقے حسب ذیل ہیں

1۔قیدیوں کو مکوں یا لاتوں یا لکڑی کی چھڑی سے مارنا جسے ’’ڈنڈا‘‘ کہا جاتا ہے۔

2۔قیدیوں کو مارنے کیلئے تیل میں بھیگی ہوئی چمڑے کی سخت پٹیوں کا استعمال جنہیں ’’چھتر‘‘ کہا جاتا ہے۔

3۔جلتی ہوئی سگریٹ سے قیدیوں کے جسم کو جلا کر زخمی کرنا۔

4۔گندی زبان استعمال کرکے قیدیوں کو گالیاں دینا۔

5۔قیدیوں کو برف کی سل پر لٹا کر ان کے اوپر کسی کو کھڑا کر دینا۔

یہ ہیں وہ چند طریقے جو پولیس استعمال کرتی ہے جبکہ دیگر طریقے جو فوج کی جانب سے تشدد کیلئے عام طور پر استعمال کئے جاتے ہیں بہت زیادہ ہولناک ہوتے ہیں ،مثال کے طور پر

6۔قیدیوں کے کپڑے اتار کر انہیں کئی گھنٹے تک افسروں کے سامنے برہنہ رقص کرنے پر مجبور کرنا۔

7۔قیدیوں کو رات بھر اٹھک بیٹھک کرنے پر مجبور کرنا۔

8۔قیدیوں کو چھت سے لٹکانا۔

9۔قیدیوں کا سر طویل دورانیہ تک پانی میں رکھنا۔

10۔قیدیوں کی پتلون یا پاجامے میں چوہے چھوڑنا۔

11۔تشدد کا نشانہ بننے والے دیگر افراد کی چیخوں کی آڈیو اور ویڈیو ریکارڈنگ پوری آواز کھول کر قیدیوں کو سنوانا۔

12۔قیدیوں کو لوہے کی سلاخوں سے مارنا۔

13۔قیدیوں کو کوئی کئی دن تک آنکھوں پر پٹی باندھ کر رکھنا۔

14۔قیدیوں کے ہونٹوں میں ٹانکے لگا دینا۔

15۔قیدیوں کو بیت الخلا جانے کی اجازت نہ دینا۔

16۔بہت دیر تک بری طرح پٹائی اور گندی زبان استعمال کرنا۔

تبصرہ

یہ ہیں چند واقعات جن سے عندیہ ملتا ہے کہ پولیس اور قانون نافذ کرنے والے دیگر ادارے آئین ،قانون اور تمام بین الاقوامی

اصولوں کی کس طرح خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ پاکستانی آئین کے آرٹیکل (a)14 میں کہا گیا ہے کہ "کسی شخص کو شہادت حاصل کرنے کی غرض سے تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا" مزید یہ کہ پاکستان انسانی حقوق کے عالمی منشور پر دستخط کر چکا ہے جس کے آرٹیکل 5 میں کہا گیا ہے کہ "کسی شخص کو تشدد، ظالمانہ، غیر انسانی اور توہین آمیز سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا اور نہ ہی اس قسم کی کوئی سزا دی جا سکے گی"۔

پاکستان چونکہ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کا رکن ہے اس لئے پاکستان کی فوجی حکومت سمجھتی ہے کہ اسے بین الاقوامی برادری کی جانب سے مکمل چھوٹ مل گئی ہے اور وہ آزادی کے ساتھ اپنے شہریوں کے انسانی حقوق کی مسلسل خلاف ورزی کر سکتی ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ پاکستان اقوام متحدہ کے انسانی حقوق سے متعلق کسی بھی اہم معاہدے پر دستخط کرنے میں ناکام رہا ہے جن میں تشدد کے خلاف معاہدہ (CAT) بھی شامل ہے۔ پاکستان نے صرف CEDAW پر دستخط کئے ہیں اس لئے ہم اقوام متحدہ سے درخواست کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا تفصیلی وجوہات کی بنا پر اقوام متحدہ انسانی حقوق کونسل سے پاکستان کی رکنیت ختم کی جائے یا پھر حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ کم از کم ISSPR، CAT اور دیگر اہم بین الاقوامی معاہدوں پر دستخط کرے۔

# # #

اے ایچ آر سی کے بارے میں: ایشین ہیومن رائٹس کمیشن ایک علاقائی غیر سرکاری ادارہ ہے جو ایشیا میں انسانی حقوق کے مسائل پر نظر رکھتا اور رائے عامہ بیدار کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ کمیشن جس کا صدر دفتر ہانگ کانگ میں واقع ہے 1984ء میں قائم ہوا تھا۔